اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفاقی کابینہ کی منظور کردہ حالیہ "انتخابی اصلاحات" نے جو قومی اسمبلی اور سینیٹ میں مسوّدہ قانون کی صورت میں زیرِ بحث آئیں گی، ایک بار پھر دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ طریقِ انتخاب کے مسئلے کو موضوعِ بحث بنا دیا ہے۔ مجوزّہ اصلاحات میں مذہبی اقلیّتوں کو موجودہ جداگانہ طریقِ انتخاب کے تحت اسمبلیوں میں اپنی مخصوص نشستوں کے لیے نمائندے منتخب کرنے کا حق بدستور حاصل رہے گا، تاہم آئندہ وہ اسمبلیوں کے مسلمان ارکان کے انتخاب میں بھی حقِ رائے دہی استعمال کر سکیں گی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت کا یہ فیصلہ اس کے سیکولر - لبرل ذہن کے پیشِ نظر چنداں تعجّب خیز نہیں۔ پارٹی نے عوامی تائید کے حصول کے لیے ماضی میں مذہبی جذبات اور شعائر کا استعمال تو ضرور کیا ہے، مگر اس نے بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح کے ان خیالات سے کبھی اتفاق نہیں کیا کہ

> ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلامی اصولوں پر عمل کر سکیں۔
> (اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ سے خطاب، ۱۴ جنوری ۱۹۴۸ء)

> اسلام محض رسوم، روایات اور روحانی تصوّرات کا مجموعہ نہیں ہے۔ اسلام ہر مسلمان کے لیے ضابطۂ حیات بھی ہے جس کے مطابق وہ اپنی روزمرّہ زندگی، اپنے افعال و اعمال اور حتیٰ کہ سیاست و معاشیات اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی عمل کرتا ہے۔
> (کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب، ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت غلط یا صحیح طور پر یہ سمجھتی رہی ہے کہ ماضی میں ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترمیم کرتے ہوئے جداگانہ طریقِ انتخاب اس لیے رائج کیا گیا تھا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کا ووٹ بنک کچھ کم ہو جائے۔ اس لیے جداگانہ طریقِ انتخاب کی تنسیخ سے اصل فائدہ اُسے ہی حاصل ہو گا۔ پارٹی قیادت وقتاً فوقتاً جداگانہ طریقِ انتخاب پر تنقید کرتی رہی ہے اور اکتوبر ۱۹۹۳ء کے انتخابات کے لیے جاری کردہ منشور میں اُس نے لکھا تھا۔

پاکستان پیپلز پارٹی اس امر کو یقینی بنائے گی کہ اولاً اقلیتیں قومی دھارے کا حصہ بن جائیں۔ ثانیاً اُن کے مذہب، ثقافتوں اور اُن کی آبادی کے تناسب سے قانون ساز اداروں میں اُن کی نمائندگی کا تحفظ ہو۔ اس کے ساتھ ہم ۱۹۷۳ء کے دستور کی وہ شق بحال کریں گے جس کے تحت اقلیتوں کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی تمام نشستوں کے لیے ووٹ دینے یا اُن پر منتخب ہونے کا حق حاصل ہے۔ مزید براں موجودہ تعداد میں ہر اقلیت کی نشستیں مخصوص رہیں گی۔

پاکستان پیپلز پارٹی اپنے ہم نواؤں سمیت قومی اسمبلی اور سینیٹ میں اتنی عددی قوّت کی مالک نہیں کہ دستور میں ترمیم ہو سکے، اور اگر ۱۹۷۳ء کے دستور کا نظامِ انتخاب اصل صورت میں بحال ہو جائے تو مذہبی اقلیتوں کو وہ کچھ نہیں مل سکتا، جو موجودہ صورت میں تجویز کیا گیا ہے۔ فی الحال پاکستان پیپلز پارٹی کی اس رائے پر ردِ عمل سامنے نہیں آیا کہ مجوّزہ اصلاحات کے لیے دستوری ترمیم کی ضرورت نہیں، صرف قانون سازی کافی ہو گی۔ تاہم یہ پہلو قابلِ غور ہے کہ مرحوم محمد ضیاء الحق کے دورِ اقتدار میں ہونے والی دستوری ترمیم کے بعد چار بار انتخابات ہوئے اور اقلیتی رہنماؤں میں سے کسی کا خیال اس طرف منعطف نہیں ہوا کہ دستور (طریقِ انتخاب میں تبدیلی کے باوجود) اقلیتی ووٹروں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ مسلمان ارکانِ اسمبلی کے انتخاب میں حصّہ لیں، اور وہ مروّجہ انتخابی قوانین کو اس بنیاد پر عدالتِ عالیہ میں چیلنج کر دیتے کہ یہ دستور کے خلاف ہیں، جب کہ بعض دوسرے پہلوؤں پر اُن کی طرف سے عدالتِ عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا تھا۔ جداگانہ طریقِ انتخاب کی روح یہ ہے کہ مسلمان ووٹر اپنے نمائندوں کا انتخاب کریں اور غیر مسلم اقلیتیں اپنے اپنے نمائندوں کا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی مجوّزہ انتخابی اصلاحات میں جو راستہ تجویز کیا گیا ہے، نہ تو یہ مروّجہ مغربی جمہوری اصولوں کے مطابق ہے اور نہ جداگانہ طریقِ انتخاب کے معروف تصوّر سے لگا کھاتا ہے۔ جداگانہ طریقِ انتخاب کی روح کو دیکھتے ہوئے شاید دستور کی تعبیر و تشریح کے لیے عدالتِ عالیہ سے رجوع ناگزیر ہو۔

دستوری اور قانونی موشگافیوں سے قطع نظر کچھ عملی سیاست کے حوالے سے صورتِ حال کو دیکھا جائے۔ یہ امر از حد عجیب ہے کہ آج جب مغربیت کا تجربہ کرنے والے ممالک کے مسلمان اپنی دینی شناخت کی بازیافت اور اس کے احیاء کے لیے کوشاں ہیں، اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے وطنِ عزیز کے حکمران اسے سیکولر - لبرل اقدار کے مطابق ڈھالنے پر بضد ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی اپنی تاریخ کے ۲۸ سالہ عرصے میں (۱۹۷۱ء سے پہلے پاکستان عوامی لیگ کے ممکنہ استثناء کے ساتھ) وطنِ عزیز کی کسی بھی دوسری سیاسی جماعت سے نسبتاً زیادہ مقبول رہی ہے، مگر اس کی یہ مقبولیت کبھی بھی ملک گیر نہیں رہی اور بحیثیت مجموعی ۳۵ - ۴۰ فیصد ووٹروں کی تائید سے آگے نہ بڑھ سکی۔ وفاق میں اس کا اقتدار ہمیشہ دوسری جماعتوں کی بیساکھیوں اور سیاسی جوڑ توڑ کا محتاج رہا ہے۔ پارٹی کے بانی

چیرمین کو خان عبدالقیوم خان کی "مسلم لیگ" کا سہارا لینا پڑا۔ محترمہ بے نظیر صاحبہ کو پہلے "مہاجر قومی موومنٹ" اور اب "پاکستان مسلم لیگ" (جونیجو گروپ) کی تائید حاصل کرنا پڑی۔ مزید برآں اقتدار کا موقع ہر بار اسے دوسری جماعتوں کے باہمی اختلاف و انتشار نے مہیا کیا۔ دو بار قابلِ لحاظ سیاسی قوتوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے بالمقابل اتحاد کا مظاہرہ کیا اور اسے اقتدار سے محروم رہنا پڑا۔ شاید طریقِ انتخاب کا مسئلہ اتنا اہم ثابت نہ ہو کہ حزبِ اختلاف کی جماعتوں کو شیر و شکر کر دے یا پاکستان پیپلز پارٹی کے "حامی علماء" اور دوسرے اتحادیوں کو اس سے دور کر دے، تاہم مجوّزہ اصلاحات کے ایوان میں زیرِ بحث آنے پر پارٹی کے لیے "دردسری" ضرور پیدا ہو سکتی ہے۔

اس سارے مسئلے میں مسلم - مسیحی تعلقات بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔ مسیحی مذہبی رہنما جنہیں یہ پسند نہیں کہ مسلمانانِ پاکستان اپنے دین اور روایات کے مطابق معاشرے کی تشکیل کریں، اُن کے بیرونِ ملک اثر و رسوخ اور روابط کے نتائج آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں۔ قانونِ توہینِ رسالت کے حوالے سے جس نئی مہم کا آغاز کیا گیا ہے، ایک مسیحی جریدے کے حوالے سے اس کی رپورٹ زیرِ نظر شمارے میں درج کی جا رہی ہے۔ مملکت خداداد پاکستان میں ہر شہری کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفّظ دینی و دُنیوی ہر دو اعتبار سے مسلمانوں کا فرض ہے۔ باہمی محبت، اخوّت، حسنِ سلوک اور رواداری اسلامی معاشرے اور تہذیب کا شعار رہا ہے، تاہم مذہبی اقلیتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور رواداری کا یہ تصوّر کہ اپنی نظریاتی اساس چھوڑ دی جائے، کسی سیکولر ملک میں بھی ممکن نہیں، چہ جائیکہ وطنِ عزیز جس کا سرکاری مذہب اسلام ہے، اور جہاں قرآن و سنت کی حکمرانی کا دستوری وعدہ موجود ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دین سے دُور ہو جائے۔